مطالعۂ قرآن

کے

اصول و مبادی

از

مولینا ابوالحسن علی حسنی ندوی

ناشر
مکتبۂ اسلام — گوئن روڈ، لکھنؤ

بار دوم

۱۹۸۲ء ـ ۱۴۰۲ھ

کتابت: ________ حسن خمتر

طباعت: ________ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس

صفحات: ________ ۱۹۶

Rs 15

قیمت

[illegible] روپے

طابع وناشر

مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

مطالعۂ قرآن کے
اصول و مبادی

۱۴۰۱ھ — ۱۹۸۱ء

پہلا ایڈیشن

اُردو ——————— لکھنؤ و کراچی

انگریزی ——————— زیر طبع

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ کتاب کے متعلق

از مُصنِّف

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٥

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے زبان قاصر ہے، کہ اسکی کتاب عظیم کے سلسلہ کی ایک ایسی خدمت و محنت کے ابتدائی نقوش کو اس کے طالب علموں، مائدہ قرآن کے ریزہ چینوں، اور اس کے بساط فہم و مطالعہ کے تازہ واردوں کے سامنے پیش کرنے کی سعادت و مسرّت حاصل ہو رہی ہے۔ جس کی ترتیب و تسوید پر تقریباً نصف صدی کی مدّت گزر رہی ہے۔ اس کم سواد کی تحریروں، نقوشِ قلم، اور نتائجِ غور و مطالعہ میں سے شاید کوئی چیز اتنی تاخیر اور اتنے طویل وقفہ کے بعد منظرِ عام پر

نہیں آئی، جتنی کہ یہ قرآنی خدمت، اس کی ایک مختصر کہانی ہے، جس کا سنانا لذت سے، اور جس کا سننا فائدے سے خالی نہیں۔

۱۹۳۴ء میں اس ہیچمداں کا تقرر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاد تفسیر و ادب کی حیثیت سے ہوا، اور انہی دونوں مضامین کے اسباق اس کے سپرد ہوئے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تفسیر کی قدیم و مستند کتابیں (جلالین، بیضاوی اور کشاف) داخل نصاب تھیں، لیکن اس کا شروع سے اہتمام کیا گیا تھا، کہ قرآن مجید کا مکمل متن درجوں کے معیار اور طلباء کی استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے، مختلف درجوں میں پڑھا دیا جائے، اور قرآن مجید کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے، مکمل متن قرآن کی تدریس و تفہیم کا انتظام غالباً دارالعلوم ندوۃ العلماء کی اولیات و خصوصیات میں ہے، میرے سپرد بھی مختلف درجوں میں قرآنی اسباق ہوئے، جن میں درجہ ششم میں ابتدا کے دس پارے بھی تھے، بعض دوسرے درجوں میں طلباء کی استعداد اور درجوں کے معیار کے مطابق قرآن مجید کے دوسرے حصے تھے۔ مجھے اس مبارک خدمت اور مشغولیت کے دوران یہ محسوس ہوا، کہ طلباء کو قرآن مجید سے متعارف کرانے، اس کے اصل مقاصد اور مرکزی مضامین سے آشنا بنانے، ان میں اس سے صحیح طور پر استفادہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے، اس کے لئے ان کو تیار کرنے، اور ان غلطیوں، کمزوریوں

اوران بیماریوں سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے جو قرآن سے استفادہ کی راہ میں حجاب بنتی اور اس کے اثرات و برکات سے محروم رکھتی ہیں اور جن کی خود قرآن مجید نے نشان دہی کی ہے، یہ مضامین گویا قرآن مجید کے مطالعہ اور ان کے انتفاع و استفادہ کے لئے اصول و مبادی کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اس کے لئے ایک رفیق و رہبر، اور مشیر و خادم کا کام دیتے ہیں، اور اُن کی مدد سے قرآنی علوم و معارف (جن کی کوئی انتہا نہیں ہے) کا یہ سفر کسی قدر آسان و مامون ہو جاتا ہے۔

یہ مضمون مدارس عربیہ ہی کے لئے نہیں، خود دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لیے بھی ایک نیا تجربہ اور ایک جرأت مندانہ اقدام تھا، نوعمر مدرس نے جس کی عمر ۲۰ سال سے کچھ ہی متجاوز تھی اسکی ہمت کی، اور اپنے برادر معظم مولوی ڈاکٹر حکیم سید عبد العلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء، اور اپنے شفیق استاد مولانا حیدر حسن خاں صاحب مہتمم دارالعلوم کی اجازت سے اس کا سلسلہ شروع کیا، اور درجہ ششم میں "مضامین قرآن" کے عنوان سے غالباً ۱۹۳۶ء ۳۷ء سے اس کا آغاز کیا، یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا، طلباء نے اس سے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا، اور بڑا فائدہ محسوس کیا، یہ مضامین درجہ میں لکھوائے جاتے تھے، ان میں امتحان بھی ہوتا تھا، اور سال بہ سال اس کے دائرہ میں وسعت اور مضامین

میں تنوع پیدا ہو رہا تھا، سنہ ۱۹۴۰ء میں "الندوہ" کا سہ بارہ اجراء عمل میں آیا تو اس کے متعدد مضامین اس میں شائع ہوئے، طلباء فارغ ہو کر جاتے تو اپنے ساتھ اس کی کاپیاں بھی لے جاتے، مصنف نے مختلف طلباء سے ان مضامین کو حاصل کر کے، اور کچھ الندوہ کے پرچوں سے نقل کروا کر ان کو قلم بند کروالیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مجموعہ ضائع ہو گیا ہے۔ طلباء اتنے مختلف مقامات کے رہنے والے ہوتے ہیں، اور وہ اکثر فارغ ہونے کے بعد اپنے مدرسہ سے رابطہ نہیں رکھتے، کہ ان سے ان مضامین کا حصول، اور ان کو پھر جمع کرنا اور صاف کرانا نہایت دشوار کام تھا اس طرح اس محنت کے ضائع ہونے پر صبر کر لیا گیا، اور سمجھا گیا کہ اس میں بھی خدا کی کوئی حکمت تھی، دوبارہ نہ اتنی محنت کی ہمت تھی، اور نہ دوسری علمی و دعوتی مصروفیات میں گنجائش۔ دارالعلوم کے متعدد فضلاء نے جو ان اسباق میں شریک رہے تھے، اور جن کو ان کی افادیت کا احساس و تجربہ تھا، بار بار تقاضہ کیا کہ ان مضامین کو شائع کر دیا جائے، لیکن اس کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

اچانک ایک دن یہ معلوم ہوا کہ اس زمانے کے ایک عزیز اور قدر شناس طالب علم[1] کے پاس کتاب کا وہ مبیضہ محفوظ ہے، اس سے ایک عزیز قیمتی گم شدہ موتی ہاتھ آیا، اور سوکھے دھانوں

---

[1] مولوی سید محمد طاہر منصور پوری حال مددگار ناظم ندوۃ العلماء۔

پانی پڑا، مبیضہ کو دیکھا تو عمر و مطالعہ کی ترقی کے ساتھ اس میں جابجا اضافے، اور تکمیل کی ضرورت محسوس ہوئی، لیکن نہ اس کی ہمت تھی، نہ وقت میں گنجائش، اس لئے صرف ضروری مقامات پر اضافے اور تفصیل سے کام لیا گیا۔ ایک مستقل مضمون "قرآن مجید اور قدیم آسمانی صحیفے علم و تاریخ کی میزان میں" خود مصنف کی کتاب "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" کی بحث "خاتم النبیین" سے اخذ کر کے شامل کیا گیا، یہ بھی مناسب سمجھا گیا کہ سلف متقدمین کے طرز تلاوت، ان کے قرآن مجید کے ادب و عظمت، اور ان کے تاثر کے کچھ واقعات بھی پیش کر دیئے جائیں، کہ واقعات میں جو تاثیر اور رہنمائی ہوتی ہے وہ کسی علمی استدلال اور نکتہ آفرینی میں نہیں ہوتی۔ بعض وہ مضامین بھی حذف کر دیئے گئے، جن پر مصنف کو اپنی بعض دوسری کتابوں "ارکان اربعہ" اور "منصب نبوت" وغیرہ میں تفصیل سے لکھنے کا موقع ملا، اور وہ ان میں زیادہ وسیع اور ارتقائی شکل میں موجود ہیں۔

عزیز القدر مولوی سید محمد حمزہ حسنی ندوی ناظم مکتبۂ اسلام گوئن روڈ، لکھنؤ کے پیہم اصرار و تقاضے سے اب ان مضامین کا مجموعہ "مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی" کے نام سے قرآن مجید کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کے شائقین و طالبین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ اس سے قرآن مجید کے مطالعہ و استفادہ میں مدد ملے گی، اس کی ذمہ داریوں کا احساس ہوگا، اور بہت سی ان مفید باتوں کا علم ہوگا جو قرآن مجید کے مطالعہ میں ممد و معاون ہیں اور بہت سے ان خطروں اور لغزشوں سے آگاہی ہوگی جو اس کی راہ میں حائل اور مانع ہیں، اور اس کے اعجاز کے بعض ایسے پہلو سامنے آئیں گے جو شاید اس تفصیل و وضاحت کے ساتھ اردو کتابوں میں ابھی تک نہ آئے ہوں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ؎

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

رائے بریلی

۲۶ر ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۰ھ

۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کا تعارف

خود قرآن کی زبان سے

قرآن نے اپنے متعلق جو کچھ کہا ہے، اس سے قرآن کی مختلف خصوصیات اور حیثیتوں پر بڑی روشنی پڑتی ہے، اور اسکی عظمت و اعجاز کے بہت سے گوشے جو عموماً نظر کے سامنے نہیں ہوتے نظر کے سامنے آجاتے ہیں، ان مختلف اور منتشر آیتوں کو جمع کرنے اور ان پر غور کرنے سے جن میں قرآن نے خود اپنا تعارف کرایا ہے، قرآن کی معرفت کا ایک نیا دروازہ کھلتا ہے، اس موضوع پر ذیل میں مختلف آیتیں ضروری تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) — قرآن قطعی اور غیر مشتبہ علم ہے

قرآن کی سب سے بڑی اور معجزانہ اور فوق البشر خصوصیت اس کا

علم قطعی اور یقینی ہوتا ہے،

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ (البقرہ ۲-۱)	یہ کتاب الٰہی ہے جس میں شک کا کوئی گزر نہیں۔
وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس ع ۴)	احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے، اس میں کوئی بات شک کی نہیں، تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔
وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (حٰمٓ السجدہ ۵)	اور یہ بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیرواقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

قرآن کی اس خصوصیت میں کوئی انسانی کلام اور کوئی انسانی کتاب قرآن کے ساتھ شریک نہیں ہے، اور نہ ہوسکتی ہے، اس لئے کہ قرآن کا سرچشمہ اور ماخذ "علم الٰہی" ہے، اور اس کے نزول کا ذریعہ "وحی الٰہی" ہے، یہ سرچشمہ ہر قسم کے عیب و نقصان، شک و اشتباہ، ظن و تخمین، تدریج و ترقی، اور تعارض و اختلاف سے پاک ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ یقینی اور قطعی ہے، مشاہد اور مرئی ہے، یکساں اور

آخری ہے، اللہ کا علم تدریجی اور ترقی پذیر نہیں ہے، اس کا علم اس کی دوسری صفات کی طرح ابدی اور دائمی ہے:—

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (الحدید۔ع۔۱)

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے، اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

اس کا علم پورے طور پر حاوی اور محیط ہے:—

إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ۔ع۔۵)

معبود تو تمہارا بس اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں، وہی ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔

وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ ع (الجن۔ع۔۲)

اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اسکو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

اسکے یہاں غلطی اور نسیان کا گزر نہیں:—

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ج لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۝ (طٰہٰ۔ع۔۲)

(موسیٰ ؑ نے) فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

اس کو غیر محسوس اور غیر مادی چیزوں کا بھی علم ہے، اور اس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرہ خارج نہیں:۔

عَالِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سبا۔ع۔۱)	وہ عالم الغیب ہے اس سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے، اور نہ کوئی چیز بڑی ہے، مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

خدا کی کتاب خدا کے علم سے ماخوذ ہے، اس لئے وہ اس کی خصوصیات کی حامل اور اس کا مظہر ہے:۔

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (هود۔ع۔۲)	پھر اگر تمہاری پکار کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے، اور یہ بات بھی سچ ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ اب بتلاؤ کیا تم یہ بات تسلیم کرتے ہو۔؟
وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ	اور ہم نے تو ان لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب بھی نازل کر دی جس میں علم کے ساتھ الگ الگ کر کے تمام باتیں واضح کر دی ہیں اور جو ایمان

يُؤْمِنُوْنَ ○ — والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(اعراف۔ع۔۶)

اس لئے اس کتاب میں (چونکہ وہ اللہ کے علم سے ماخوذ ہے)۔ تعارض و اختلاف نہیں ہے، کیونکہ تعارض و اختلاف جہل و ناواقفیت یا علم کی کمی بیشی، یا اس کی تدریجی ترقی، یا ظن و قیاس، یا نسیان و غفلت یا کذب و افترا کی وجہ سے ہوتا ہے، اور وہ ان تمام نقائص سے پاک ہے، اس لئے اس کا کلام بھی ہر قسم کے تعارض و اختلاف سے محفوظ ہے:—

أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○

(النساء۔ع۔۱)

پھر کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا (اللہ کی طرف سے نہ ہوتا) تو ضروری تھا کہ یہ اس کی بہت سی باتوں میں اختلاف پاتے۔

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی علم و اطلاع کا منبع اصلی تو پورے طور پر صاف اور محفوظ ہو، لیکن کسی شخص کے لئے اس کا ذریعہ اطلاع پورے طور پر قابل وثوق نہ ہو، اپنے اصلی سرچشمہ سے کوئی چیز صحیح اور محفوظ روانہ ہوئی ہو، لیکن اپنے منتہیٰ تک پہونچتے پہونچتے وہ محفوظ نہ رہ سکی ہو، قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا ذریعہ علم صرف

وحی ہے، اور وہ پورے طور پر محفوظ اور مامون ہے، اور اس میں کسی قسم کی مداخلت کا امکان نہیں :-

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ (شعراء۔ ع۔ ۱۱)	اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر، صاف عربی زبان[1] میں، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم۔ ع۔ ۱)	آپ اپنی خواہش سے باتیں نہیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے
قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ	تم کہہ دو یہ فی الحقیقت تمہارے پروردگار کی طرف سے روح القدس نے اتاری ہے

[1] بلسان عربی مبین کی صفت بتاتی ہے کہ اس پیغام کے الفاظ بھی اتارنے والے ہی کے ہیں، اسلئے کہ زبان کا تصور الفاظ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

——— از افادات مولانا سید سلیمان ندوی (معارف سنہ)

اٰمَنُوْا وَھُدًی وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝ (النحل۔ ع۔ ۱۴)	اور اس لئے اُتاری ہے کہ ایمان والوں کے دل جمادے، فرمانبردار بندوں کے لئے رہنمائی ہو اور خوش خبری۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝ (التکویر۔ ع۔ ۱)	یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا ہے، جو قوت والا ہے، مالک عرش کے یہاں ذی رتبہ ہے، وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

اب اس کے مقابلہ میں انسانی علم کو لیجئے، اس کا سرچشمہ یقینی طور پر محفوظ اور بے عیب نہیں، اس کا ماخذ اور اس کی بنیاد اکثر ظن وقیاس ہے، اس کے ذرائع علم بھی نہایت محدود ہونے کے باوجود کبھی اتنے قوی نہیں جتنے پیغمبر کے ذرائع۔

انسان کے پاس علم کے لئے سب سے بہتر ذرائع اس کے حواس خمسہ ہیں، جو علم ان کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہے، عقلیات میں بھی اس کے علم کی بنیاد دراصل محسوسات ہی ہیں، انھیں علوم وادراک کو انسان مقدمہ بنا کر ایسا نتیجہ نکالتا ہے، جو اس کو حواس کے ذریعہ پہلے سے نہیں معلوم تھا، لیکن حواس کا بھی یہ حال ہے کہ وہ کبھی ناقص ہوتے ہیں، کبھی خطا

کرتے ہیں[1]، عقل کا یہ حال ہے کہ اسکے مدارج میں بے انتہا تفاوت ہے[2]، پھر اس سب کے بعد بھی انسان کا علم اپنے محدود دائرہ میں بھی پورے طور پر حاوی اور کامل نہیں، اور محسوسات کو بھی ایک وقت میں محیط نہیں، عالم مادیات کے کتنے مسائل ہیں جو ابھی تک حل نہیں ہوئے، اور اختلاف رائے کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں، پھر اس کے علم میں تدریج اور اس کے معلومات میں ترقی ہے اور اس ترقی کی حد کبھی بھی متعین نہیں، حد کا تعین اسکے نقصان علم کا اعلان، اور حد کا عدم تعین اس کے علم کے مشتبہ اور غیر مکمل ہونے کی دلیل ہے، اور دونوں نقص اور شبہ سے خالی نہیں۔

یہ بھی سب عالم مادیات کا حال تھا، جسکے ذرائع علم تھوڑے بہت انسان کو حاصل ہیں، مابعد الطبیعیات کی ایک پوری دنیا ہے جو مادیات کی دنیا سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ یہ پوری دنیا علم انسانی کی حدود سے باہر ہے، انسان کو خود اپنی حقیقت کا علم نہیں، اس کی ابتدا اور انتہا اس کے لئے نامعلوم ہے، اس عالم کا آغاز اور اختتام اس کے لئے ایک راز ہے، اور "عقل کو خود اپنی گرہ کی

---

[1] حواس خمسہ اور ان کی طاقت وصلاحیت کے بارہ میں مغربی فلاسفہ کی رائے معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "مذہب وتمدن" صـ ۱۰۱-۱۴۰

[2] عقل کے دائرہ اور حدود کے بارہ میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مذہب وتمدن" صـ ۱۴۰ تا صـ ۲۰۰ اور "تاریخ دعوت وعزیمت" حصہ چہارم کا باب پنجم۔

کی عقل نہیں[۱]"۔

پھر خدا کی خوشی اور ناخوشی کا تفصیلی اور یقینی علم اور اس کے اوامر و احکام کی اطلاع اس کے بنائے بغیر محض ظن، قیاس اور سلامت فطرت سے نہیں ہوسکتی، خود ایک انسان دوسرے انسان کا دلی منشا، اور اسکے احکام ہمیشہ کسی قیاس، فراست یا سلامت فہم سے معلوم نہیں کرسکتا۔

• اسی طرح قانون سازی، اور سیاسی اور اخلاقی نظام کی تشکیل میں وہ ہزاروں غلطیاں کرے گا، ایک ماخذ نہ ہونے کی وجہ سے مختلف نظاموں اور قوانین کا تصادم ہوگا، قانون قانون سے ٹکرائے گا، اور قومیں اُن کی خاطر قوموں سے نبرد آزما ہوں گی، مختلف خواہشات اور مصلحتیں ایک دوسرے سے متصادم ہوں گی، علم کے قطعی اور آخری نہ ہونے کی وجہ سے ہر انسانی دستور و نظام تجربہ اور آزمائش کے ہزاروں مرحلوں سے گذریں گے، اخذ و رد، اور ترجیح اور تقابل کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا، انقلاب و اصلاح کی ہزاروں تحریکیں اٹھیں گی، اور انسان کو کبھی اطمینان و سکون حاصل نہ ہوگا۔

ان تمام خرابیوں کا سرچشمہ انسان کا علم ہے جو ناقص اور ظنّی ہے، اور اس پر اس کا اعتماد ہے، جو اس کا ظلم و طغیان

---

[۱] یہ جملہ "مذہب و عقلیات" (از مولانا عبدالباری ندوی) سے ماخوذ ہے۔

ہے:

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل۔ ع۔ ۱۰)

اور تمہیں علم جو کچھ دیا گیا ہے، وہ تھوڑا ہے۔

وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (یونس۔ ع۔ ۴)

اور لوگوں میں سے زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں، جو صرف وہم و گمان کی باتوں پر چلتے ہیں، اور سچائی کی معرفت میں گمان کچھ کام نہیں دے سکتا، یہ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۝ۚ (النجم۔ ع۔ ۲)

یہ لوگ صرف بے اصل بات پر چل رہے ہیں، اور بے اصل باتیں امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں ہیں۔

(۲) قرآن محکم اور مفصل ہے

یعنی دین کے اصول و کلیات میں اور اس علم میں جو انسان کی نجات اخروی اور فلاح دنیوی کے لئے ضروری ہے، وہ

نہایت واضح و متعین، اور غیر محتمل و مفصل ہے[۱]:

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۝

(انعام۔ ع۔ ۱۴)

کیا میں خدا کے سوا کوئی دوسرا منصف ڈھونڈوں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تم پر الکتاب نازل کی، جو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے والی ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(اعراف۔ ع۔ ۶)

اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہونچا دی ہے، جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کردیا ہے (اور) وہ مومن لوگوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

---

[۱] دین کے علاوہ اور دوسرے علوم و صناعات قرآن کے موضوع سے خارج ہیں، ضمناً ان میں سے کوئی چیز آسکتی ہے لیکن ان کی معلومات و تفصیلات کا ذکر قرآن کا مقصد نہیں، وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اور اسکے ہم معنی آیتوں سے لوح محفوظ اور علم الٰہی مُراد ہے۔ اصُول و کلیات کے علاوہ دین کی جزئیات کا احاطہ بھی قرآن نے نہیں کیا، اسکے منصُوص فرائض و احکام کی عملی تشریح اور تفصیل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی گئی ہے، جو وحی کے صرف نامہ بر نہ تھے، بلکہ شارح بھی تھے — وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ ہم نے تم پر (اے پیغمبر) قرآن نازل کیا، تاکہ تم تشریح کردو لوگوں کے لئے اس کی، جو ان کی طرف بھیجا گیا۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ	الف۔ لام۔ را، یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کردی گئی ہیں۔
(ھود۔ ع۔ ۱)	

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۟	اور اس قرآن کا معاملہ ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اپنے جی سے گڑھ لائے، وہ تو ان تمام وحیوں کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں، اور کتاب اللہ کی تفسیر ہے اس میں کچھ شبہ نہیں، تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔
(یونس۔ ع۔ ۴)	

لیکن اسلام میں دین کا وہ تنگ مفہوم نہیں ہے جو بہت سے اہل مذاہب نے اپنے مذہب کا قائم کرلیا ہے، یہاں انسان کے متعلق اصولی تخیل یہ ہے کہ وہ "عبد" (خدا کا بندہ ہے) اور وہ اپنی زندگی کے کسی شعبہ اور گوشہ میں بھی اس دائمی غلامی سے آزاد نہیں ہے، اس کا ہر کام، یہاں تک کہ اس کی بادشاہی (جو بظاہر غلامی کے منافی معلوم ہوتی ہے)، اس کی عبدیت ہی کا ایک مظہر ہے اس تخیل کے مطابق مذہب و سیاست کی تفریق کی بحث یہاں

پیدا ہی نہیں ہوتی، اس "عبد" کو اسکے "مولیٰ" کی طرف سے قرآن کی صورت میں ایک کلی اور اصولی مکمل دستورالعمل دے دیا گیا ہے، اس دستورالعمل کی ہدایت میں "عبدیت" کی پوری زندگی کامیابی کے ساتھ گذاری جاسکتی ہے، اور اس کتاب کو کسی سیاسی ضمیمہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) قرآن "فرقان" (فاروق اور ممیز) ہے، اور یہ اس کی ایسی امتیازی صفت ہے جو اس کے نام کے قائم مقام ہوگئی ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بڑی عالیشان ذات والا ہے، جس نے
عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ	یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص پر
نَذِيْرًاۙ	نازل فرمائی، تاکہ وہ تمام دنیا پر
(الفرقان۔ ع۔ ۱)	جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

قرآن مجید نے ہدایت وگمراہی میں، ایمان وکفر میں، اسلام اور جاہلیت میں، خدا کی رضا وعدم رضا میں، یقین وظن میں، حلال وحرام میں، قیامت تک کے لئے جو فصل وامتیاز پیدا کر دیا ہے اس کی نظیر سے مذہبی تعلیمات اور آسمانی صحیفوں کی تاریخ خالی ہے، مثال کے طور پر توحید وشرک میں اس نے جو عظیم الشان تفریق پیدا کردی ہے، اور اس بارے میں ادنیٰ احتمال، اور ضعیف سے ضعیف اشتباہ کو اس نے جس طرح دُور کیا، وہ اس کا اعجاز ہے۔

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ	بلا شبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے

مِنَ الْغَيِّ ج (البقرہ ۔ع۔ ۳۴) الگ اور نمایاں ہوگئی ۔

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (انفال ۔ع۔ ۴) (اور یہ اس لئے ہوگا) کہ اللہ، ناپاک کو پاک سے جُدا کردے ۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (انفال ۔ع۔ ۵) نیز اس لئے کہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو، اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ اتمام حجت کے بعد زندہ رہے ۔

۴ قرآن کتبِ سابقہ کا مصدق اور مہیمن (نگراں) ہے

اس موقع پر تین باتیں پیشِ نظر رہنی چاہئیں :

(۱) دین کے اصول وکلیات تمام کتب سماوی، اور آسمانی تعلیمات میں مشترک اور متفق علیہ ہیں، جیسا کہ قرآن کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے ۔

(۲) قرآن سے پہلے تمام آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت کے لئے آئے تھے، اور ایک خاص وقت تک محفوظ رہے، ان میں سے دائمی صحیفہ کوئی نہ تھا ۔

(۳) قرآن آخری اور دائمی صحیفہ ہے، تمام اصولِ دین پر حاوی ہے قیامت تک محفوظ رہے گا ۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ	بیشک ہم نے قرآن نازل کیا ، اور ہم
اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝	اس کی حفاظت کرنے والے
(الحجر۔ ع۔ ۱)	ہیں۔

ان چیزوں کے تسلیم کرنے کے بعد یہ دعویٰ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے، کہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا، اور ان کی اصلی تعلیمات کی صحت و ثبوت کے لئے اس کی حیثیت سند اور معیار کی ہے، ان کتابوں کا جو حصہ قرآن کے مطابق ہے وہ صحیح اور محفوظ ہے، اور جو اصولاً اس سے مختلف یا متعارض ہے وہ محرف اور غیر محفوظ ہے۔

ایسی آیات جن میں یہ بتایا گیا ہے، کہ وہ صحف سابقہ کا مصدّق ہے، قرآن میں بہت ہیں، ذیل کی آیت میں اسکی دونوں صفتوں (مصدّق اور مہیمن) کا ذکر ہے:—

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ	اور ہم نے تمہاری طرف سچائی کے
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	ساتھ کتاب بھیجی، ان کتابوں کی
مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا	تصدیق کرنے والی جو پہلے سے
عَلَيْهِ (المائدہ۔ ع۔ ۷)	موجود ہیں، اور ان پر نگہبان۔

(۵) قرآن سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے، اور تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے:—

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ	اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی

كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝	آچکی اور ایسی کتاب آچکی جو روشن ہے، خدا اس کتاب کے ذریعہ ان لوگوں پر جو خدا کی خوشنودیوں کے تابع ہوں سلامتی کے راستے کھول دیتا ہے، اور اپنے حکم سے انھیں تاریکیوں سے نکالتا، روشنی میں لاتا اور سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔
(المائدہ۔ع۔۳)	

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ	الرٰ (یہ) ایک (پرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ، (یعنی) ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف (خدا) کے رستے کی طرف، وہ خدا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔
(ابراهیم۔ع۔۱)	

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ	وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف

اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ	صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ	تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاوے
اِنَّ اللّٰهَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝	اور بے شک اللہ تمہارے حال پر بڑا
(الحدید۔ ع۔ ۱)	شفیق مہربان ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کا دوست
یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ	خدا ہے کہ ان کو اندھیروں سے
اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا	نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے، اور
اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ	جو کافر ہیں اُن کے دوست شیطان
یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ	ہیں کہ اُن کو روشنی سے نکال کر
اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ	اندھیرے میں لے جاتے ہیں،
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا	یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اس
خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرۃ۔ ع۔ ۳۴)	میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن مجید زندگی اور اس کے تمام شعبوں میں جو ہموار و مستقیم اور تمام بے اعتدالیوں سے پاک اور بے خطر راہیں کھولتا ہے ان کے لئے "سُبُلَ السَّلٰمِ" (سلامتی کے راستے) سے بہتر تعبیر ہو ہی نہیں سکتی اور یہ انھیں جملوں میں ہے، جن کی تشریح ان کے الفاظ سے زیادہ ممکن نہیں، یہ سب (سبل) درحقیقت ایک ہی شاہ راہ (صراط) کی گلیاں ہیں، جن کی طرف پیغمبر اشارہ

کر کے کہتا ہے: ——————

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ (انعام - ع - ۱۹)	اور اس نے بتلایا کہ یہی راہ میری سیدھی راہ ہے، سو اسی پر چلو اور مت چلو اور راستوں پر کہ وہ تتر بتر کر دیں تم کو اللہ کے راستے سے۔

اس موقع پر قرآن کی بلاغت کا یہ نکتہ خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس نے "نور" کے مقابلہ میں "ظلمت" کے لئے ہمیشہ واحد کے بجائے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لئے کہ حقیقت میں اگر وحی کی روشنی نہ ہو تو پھر زندگی کی ظلمتوں کا کوئی حد و حساب نہیں ہے اور انسانی زندگی کے راستے کی ہر گلی اور ہر موڑ پر اندھیرا ہی اندھیرا ہے، صحیح مذہب کی روشنی کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو اس دنیا میں "ظلمت" کے سوا کچھ نہیں بچتا، اور یہ ایک ظلمت نہیں بلکہ بے شمار ظلمتیں ہیں، زندگی کا جائزہ لیجئے، خدارسی کی تمام راہیں گم، مذہب تمامتر رسم پرستی اور تقلید، اعتقادات تمامتر حماقت وجہالت، خیالات تمامتر اوہام اور مفروضات، علوم تمامتر قیاس و ظن معاشرت و معاملات تمامتر بے اعتدالی و ناانصافی، قانون و سیاست تمامتر آزمائش و تجربہ، حکومت تمامتر جبر و تعدّی۔

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ	غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہیں،

إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ۗ (النور-ع-۵)	ایک پر ایک چھایا ہوا) ایسی حالت ہے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

زندگی کے اس "بحرِ ظلمات" میں روشنی کا مینار صرف خدا کا نور ہے جس سے زمین و آسمان روشن ہیں:—

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ (نور-ع-۵)	اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اسی لئے "ظلمات" کے مقابلہ میں اس کو واحد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے[1]، جب اس سرچشمہ سے نور کا افاضہ ہی نہ ہو، تو روشنی کہاں سے آئے:—

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ع (نور-ع-۵)	اور جس کو اللہ نے روشنی نہیں دی، اس کے واسطے کہیں روشنی نہیں۔

جو لوگ قرآن اور پیغمبر کی مشعل افروزی سے تاریکیوں کی اس دُنیا، اور گمراہیوں کی اس بھول بھلیاں سے نکل کر دن کی روشنی میں آجاتے ہیں، ان کو از سرِ نو زندگی ملتی ہے، نابینا کو زندگی کا کیا لُطف؟

---

[1] حالانکہ عربی زبان میں اسکی جمع اور اسکے ہم معنی الفاظ موجود ہیں، یہ صحیح نہیں کہ اس کی جمع غیر فصیح ہے، قرآن مجید کے استعمال کرنے کے بعد اس کی فصاحت میں کیا شبہ رہ جاتا —؟ لیکن قرآن ایک کو ہمیشہ مفرد کے لفظ سے اور دوسرے کو جمع کے لفظ سے ادا کرنے کے ذریعہ ایک بڑی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کو آنکھیں مل گئیں، اس زندگی اور اس زندگی کے بعد کی تمام راہیں ان کے لئے روشن ہو جاتی ہیں، اور ان کو سبل السلام اور صراط مستقیم کھلی ہوئی نظر آتی ہے، زندگی کے سفر میں ان کا ہر قدم خدا کی روشنی میں اُٹھتا ہے، اور جب تک وہ خدا کی اس رہنمائی میں رہتے ہیں، ان سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔

ان دونوں حالتوں اور دونوں زمانوں میں جو عظیم الشان فرق ہے، اس کو اس سے بہتر طریقہ پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا، جو قرآن نے اختیار کیا ہے:—

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

(انعام۔ ع۔ ۱۵)

بھلا ایسا شخص جو کہ مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا، اور ہم نے دی اس کو روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں، برابر ہو سکتا ہے اسکے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا۔

قرآن کے اتباع پر خدا ایسی ہی روشنی کا وعدہ فرماتا ہے:—

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اسکے رسول پر دیگا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور رکھ دیگا تم میں روشنی جس کو لئے پھرو اور تم کو

يَغْفِرْ لَكُمْ ط (حدید۔ ع۔ ۴) معاف کردے گا۔

"یَمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ" اور "تَمْشُوْنَ بِهٖ" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ روشنی آخرت سے مخصوص نہیں، بلکہ دنیا کی زندگی اور اس کے تمام معاملات میں ان کو ایک خاص نور بصیرت اور قوت تمیز حاصل ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات وحی الٰہی کی روشنی، پیغمبر کی رہنمائی اور اس "فرقان" کی مدد سے طے کرتے ہیں، جو ان کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، ان کا پورا طریقِ زندگی دوسری غیر مومن قوموں کے طریقے سے ممتاز ہوتا ہے، اور ان کا یہ امتیاز صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کی بنیاد قیاس و تجربہ پر نہیں، بلکہ وحی و رسالت پر ہے، اس مابہ الامتیاز اور فیصلہ کن صلاحیت کی طرف دوسری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:۔۔۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (انفال۔ ع۔ ۴)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لئے (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی ایک قوت پیدا کر دے گا۔

اسی بنا پر قرآن کو اللہ نے "نور"، "بصائر"، "ہُدیٰ"، "بیّنۃ" "موعظۃ" "شفاء" اور "ذکر مُبارک" کہا ہے۔

(۶) قرآن مجید وہ آئینہ ہے جس میں مختلف عقائد و خیالات اور اخلاق و اعمال کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، اس میں

کہیں صراحۃً کہیں اشارۃً، کہیں پچھلی قوموں اور اشخاص کے ذکر میں اور کہیں براہ راست ان کا تذکرہ موجود ہے:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ[1] اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (انبیاء۔ع۔۱)	ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

مشہور محدث اور امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی بغدادی (۲۰۲ـ۲۹۴ھ) نے اپنی کتاب قیام اللیل[2] میں ایک عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے جس سے اس آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے، اور سلف کے فہم قرآن اور تدبر قرآن پر روشنی پڑتی ہے:

جلیل القدر تابعی اور عرب سردار احنف بن قیس[3] ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے یہ آیت پڑھی:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا	ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل

---

[1] ذکر کی دو تفسیریں ہیں ایک "شرف" جیسے کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے، دوسری حدیث (تذکرہ) جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[2] یہ کتاب قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر کے نام سے مصر وملتان سے شائع ہوئی ہے، اصلاً ان کی یہ تین تصنیفات کا مجموعہ ہے جس کا خلاصہ علامہ احمد بن علی (م ۸۴۵ھ) نے کیا۔

[3] ولادت (۳ قبل ہجرت وفات ۶۷ھ) قبیلہ بنو تمیم کے سردار حلم وبردباری میں ضرب المثل تھے، ایران کے عظیم فاتحین میں ان کا شمار ہے، حضرت علیؓ سے اختصاص خاص تھا۔

فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
(سورۃ الانبیاء ۔ع ۔ ۱)

کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ہو.

وہ چونک پڑے اور کہا کہ ذرا قرآن مجید تو لانا اس میں میں اپنا تذکرہ تلاش کروں، اور دیکھوں کہ میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں، اور کن سے مجھے مشابہت ہے؟ انھوں نے قرآن مجید کھولا، کچھ لوگوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا، جن کی یہ تعریف کی گئی تھی:——

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○
(الذّٰرِیٰت ۔ع ۔۱)

رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے، اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے، اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا تھا.

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا:——

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○
(السجدۃ ۔ع ۔۲)

ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں.

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا:——

يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا

اور جو اپنے پروردگار کے آگے

وَّقِيَامًا ○ سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

(الفرقان۔ع۔۶)

اور کچھ لوگ نظر آئے، جن کا تذکرہ اِن الفاظ میں ہے:—

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور غصہ کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

(آل عمران۔ع۔۱۴)

اور کچھ لوگ ملے جن کی حالت یہ تھی:—

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۖ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(اور) دوسروں کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو، اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مُراد پانے والے ہوتے ہیں۔

(الحشر۔ع۔۱)

اور کچھ لوگوں کی زیارت ہوئی، جن کے اخلاق یہ تھے:—

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ ج

اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور جب غصہ آتا ہے تو معاف

(الشوریٰ ۔ع ۔۴) کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ	اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول
وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَ اَمْرُهُمْ	کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور
شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ	اپنے کام آپس کے مشورہ سے کرتے
يُنْفِقُوْنَ ○	ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا
(الشوریٰ ۔ع ۔۴)	فرمایا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں۔

وہ یہاں پہونچ کر ٹھٹک کر رہ گئے اور کہا کہ اے اللہ میں اپنے حال سے واقف ہوں، میں تو ان لوگوں میں نظر نہیں آتا!

پھر انھوں نے ایک دوسرا راستہ لیا، اب ان کو کچھ لوگ نظر آئے، جن کا حال یہ تھا:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ	ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا
لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں
يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَ يَقُوْلُوْنَ	تو غرور کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ
ءَاِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ	بھلا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے
مَّجْنُوْنٍ ○	کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے
(سورۂ صافات ۔ع ۔۲)	والے ہیں۔؟

پھر اُن لوگوں کا سامنا ہوا جن کی حالت یہ تھی:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ	اور جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے

اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ	تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۚ وَإِذَا	ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں،
ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ	اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر
إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ○	کیا جاتا ہے تو اُن کے چہرے کھل
(الزمر۔ ع۔ ۵)	اُٹھتے ہیں۔

کچھ اور لوگوں کے پاس سے گذر ہوا جن سے جب پُوچھا گیا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ	کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ
قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ	جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے
الْمُصَلِّينَ ۙ وَلَمْ نَكُ	تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے
نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۙ وَكُنَّا	تھے اور ہم جھوٹ سچ باتیں بنانے
نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۙ	والوں کے ساتھ باتیں بنایا کرتے اور
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۙ	روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے،
حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۭ	یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے
(المدثر۔ ع۔ ۲)	سابقہ پیش آگیا۔

یہاں بھی پہونچکر وہ تھوڑی دیر کے لئے دم بخود کھڑے رہے پھر کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا، اے اللہ! ان لوگوں سے تیری پناہ! میں ان لوگوں سے بری ہوں۔

اب وہ قرآن مجید کے ورقوں کو اُلٹ رہے تھے، اور اپنا تذکرہ تلاش کر رہے تھے، یہاں تک کہ اس آیت پر جا کر ٹھہرے:—

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ	اور کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ	کا (صاف) اقرار ہے، انھوں نے
اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ	اچھے اور بُرے عملوں کو مِلا جُلا دیا تھا
يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	توجہ فرمائے، بے شک خدا بخشنے والا
(التوبہ۔ع۔۱۳)	مہربان ہے۔

اس موقع پر اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا، ہاں ہاں! یہ بے شک میرا حال ہے۔

(۷) قرآن مجید کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے انھیں قوموں اور اشخاص کو ذکر کے لئے منتخب کیا ہے جو اپنے مخصوص اعمال و اخلاق کی وجہ سے غیر فانی ہیں، جرائم میں بھی ان نادر الوقوع جرائم کا تذکرہ نہیں کیا گیا جو صدیوں میں انسان اپنی ذکاوت اور مجرمانہ ہُنر مندی سے ایجاد کرتا ہے، اس نے انھیں افعال و جرائم کا ذکر کیا ہے جو کثیر الوقوع اور عامۃ الوقوع ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں قرآن مجید ایک زندہ جاوید کتاب ہے جس میں حال و ماضی، قدیم و جدید کی کوئی تقسیم نہیں، اس کا خطاب ہر تمدن اور ہر دور کے لئے یکساں ہے اور اسکی دعوت ہر دم تازہ اور حسب حال ہے، وہ انسانوں کا ایک متکلم مُرقع اور انسانی فطرت کا ایک آئینہ مُصفّا ہے، اس کے متعلق اسکے

نازل کرنے والے نے بجا طور پر فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی اور کچھ حال ان کا جو ہو چکے تم سے پہلے اور نصیحت ڈرنے والوں کو۔

(نور۔ع۔۴)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

اور ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب چیز کی مثل تا کہ وہ دھیان کریں۔

(زمر۔ع۔۳)

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو، نہیں ہے بات کہ باندھ لی جاوے ولیکن سچا کرنے والی اس چیز کو، کہ آگے اس کے ہے، اور تفصیل ہر چیز کی، اور ہدایت اور رحمت واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں۔

(یوسف۔ع۔۱۲)

اعجاز القرآن

قرآن مجید نے اپنے معجزہ ہونے کا خود دعویٰ کیا ہے، اور ان انسانوں کو جن کو اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں شک ہے، مقابلہ کی دعوت دی ہے، سب سے پہلے ان آیتوں کو جمع کر کے پڑھیے:۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا
نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا
شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(البقر۔ ع۔ ۳)

اور اگر تم کو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد عربی) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ، اور خدا کے سوا جو تمھارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَأْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ
اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اسی طرح ایک

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(یونس۔ ع۔ ۴)

سُورت بنا لاؤ، اور خُدا کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو،

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(ھود۔ ع۔ ۲)

یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سُورتیں بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لو، اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ خُدا کے علم سے اُترا ہے، اور یہ کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہیے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (بنی اسرائیل۔ ع۔ ۱۰)

کہدو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دُوسرے کے مددگار ہوں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

کہدو کہ اگر سچے ہو تو تم خدا کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت کرنے

والی ہوتا کہ میں بھی اسی کی پیروی کروں

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاءَهُمْ ۗ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ع

(قصص۔ ع۔ ۵)

پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ، یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو خدا کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے، بیشک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اعجازِ قرآن کا دائرہ

مندرجہ بالا آیتوں میں متشککین و مشرکین کو قرآن کا (مطلق) مثل لانے کی دعوت دی گئی ہے، اور کوئی کلام اور کتاب قرآن کی اس وقت تک مثل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اعجاز کے تمام شعبوں میں اور اس کی تمام خصوصیات میں مماثل نہ ہو، اور قرآن صرف اپنے الفاظ و ترکیب اور فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ ہے، اپنے معانی و مضامین میں بھی، اپنے اعلیٰ علوم و معارف میں بھی، معلوماتِ غیبی اور حقائقِ ابدی میں بھی، اپنی پیش کی ہوئی مذہبی و اخلاقی و معاشرتی اور مدنی تعلیمات میں بھی، اپنے اثرات و انقلاب میں بھی، اپنی پیشینگوئیوں اور اخبار میں بھی معجزہ ہے، مگر جب صرف الفاظ میں، جو اسکے اعجاز کامل کا صرف ایک پہلو

اور گوشہ ہی کوئی مقابلہ نہیں ہو سکا تو اسکے اعجاز کامل میں کیا مماثلت ہو سکتی ہے؟
سورہ ہود (ع ۲) کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا امتیاز خصوصی اور اس کے اعجاز کا راز یہ ہے کہ وہ اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے، اور حقیقت میں وہ اس کے علم خاص کا ایک مظہر ہے، اس لئے اس میں انسان اپنے ظنی ومشتبہ، ناقص و محدود اور خود خدا کے بخشے ہوئے علم کے ساتھ کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟ جس طرح خدا کی اور صفات میں انسان مماثلت نہیں کر سکتا، اسی طرح وہ خدا کے علم میں بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ	اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ	تو جان لو کہ خدا کے علم سے اترا ہے
وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَھَلْ	اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝	نہیں، تو تمھیں بھی اسلام لے آنا
(ھود۔ ع۔ ۲)	چاہیئے۔

"اِنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ" کا نکتہ بتاتا ہے کہ اللہ جس طرح تمام صفات الوہیت میں یکتا ہے اسی طرح اپنے علم میں بھی، اور جب اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، تو کتابِ الٰہی کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ	اور ہم نے اُن کے پاس کتاب
فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی	پہونچادی، جس کو علم ودانش

وَّرَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ○

کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور وہ مومن لوگوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

(اعراف۔ع۔۶)

علم اللہ کا تعلق صرف الفاظ وترکیب سے نہیں بلکہ معانی وحقائق سے بھی ہے، لفظی فصاحت کے لئے قرآن نے جا بجا اپنے کو قرآناً عربیاً، کتاب مبین اور لسان عربی مبین کہا ہے جس میں اس کے لفظی محاسن اور لسانی تفوق کی طرف اشارہ ہے۔

الٓرٰ قف تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ قف اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ○

الٓرٰ۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں، ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا، تاکہ تم سمجھ سکو۔

(یوسف۔ع۔۱)

لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ○

مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

(نحل۔ع۔۱۴)

سورہ قصص (ع ۵) کی آیت میں قرآن کے کسی ایسے جواب کا مطالبہ کیا گیا ہے، جو ہدایت واصلاح میں اس سے فائق ہو:۔

قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى

کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم خدا کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان

مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (قصص۔ع۔۵)

دونوں (کتابوں توراۃ و قرآن) سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو تاکہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔

پس قرآن کی فصاحت و بلاغت، اور اس کا لفظی اعجاز درحقیقت قرآن کے اعجاز کا ایک گوشہ ہے، اور قرآن کا اعجاز اس میں منحصر نہیں، علمائے متقدمین نے جب قرآن کے اعجاز پر غور کیا، یا اس موضوع پر قلم اٹھایا تو زمانہ کے رُجحان عام، اور عربوں کے ادبی ذوق اور زبان کی اہمیت کی وجہ سے ان کی نظر کے سامنے زیادہ تر قرآن کے اعجاز کا یہی گوشہ رہا، اور کوئی شُبہ نہیں کہ انھوں نے اس دائرہ کے اندر کمال نکتہ دانی، اور حُسنِ مذاق کا ثبوت دیا، اور بڑی دماغ سوزی سے کام لے کر اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کردیا، اس علمی ذخیرے میں اضافہ مشکل ہے اس لئے اس باب میں انھیں تالیفات کی طرف رُجوع کرنا چاہیے۔[1]

---

[1] تفصیلی طور پر علامہ ابوبکر باقلانی، اور ابن العربی کی اعجاز القرآن، اور مختصراً رمانی کا رسالہ النکت فی اعجاز القرآن اور بلاغت و بیان کی مجتہدانہ کتابیں، قدیم کتابوں میں سے امام عبدالقاہر جرجانی کی دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور متاخرین میں سے امیرالمومنین یحییٰ یمنی کی کتاب الطراز، نیز تفاسیر میں سے علامہ جاراللہ محمود زمخشری کی تفسیر کشاف اور نحو و معانی اور بیان میں علامہ حافظ ابن قیم کی الفوائد المشوقۃ للقرآن، اس باب میں اچھے ماخذ ہیں، علمائے معاصرین میں سے علامہ محمد عبداللہ دراز کی کتاب النبأ العظیم (۱-۲) بھی قابل مطالعہ و لائق استفادہ ہے۔

قرآن مجید کا سب سے پہلا اور بڑا معجزہ اسلام ہے

قرآن مجید نے دُنیا میں مذہب و عقائد کا ایک آخری ہدایت نامہ پیش کیا ہے جس سے زیادہ محکم اور مفصل مذہبی ہدایت نامہ دُنیا میں آج تک پیش نہیں ہوا، اس سے پہلے کے مذاہب بھی (چونکہ وہ اپنے اپنے وقت کے لئے تھے) اس لئے اُس کے مقابلہ میں ناقص ہیں، اور چونکہ آسمان کا آخری صحیفہ زمین پر آچکا ہے' اس لئے یہ آخری ہدایت نامہ ہے' اس سے زیادہ انسان کو اپنے خالق سے مربوط کرنے والا' اور اس کی زندگی میں للّٰہیت اور روحانیت پیدا کرنے والا' ان تمام گمراہیوں اور بے اعتدالیوں سے دُور رکھنے والا، جس میں مذہبی قومیں مبتلا ہوئیں' اور مبتلا ہیں' کوئی ہدایت نامہ انسانی تصوّر کی گرفت میں نہیں آسکتا' اسی طرح اس نے انسان کی اس زندگی کے لئے ایک آسمانی' اخلاقی و مدنی دستور عطا کیا، جو دنیا میں بہترین اخلاقی و اجتماعی نتائج پیدا کرنے کا ذمّہ دار ہے' اور اس نے پیدا کر کے دکھلائے، جو کسی اور طریقہ پر آج تک ظہور پذیر نہیں ہوئے وہ اجتماع انسانی کے ان تمام مسائل و مشکلات کو جو آج تک پیش آئے' یا قیامت تک پیش آسکتے ہیں' اپنے معجزانہ طریق پر ذرا ذرا سے اشارات سے حل کر دیتا ہے، وہ ایسے اصول و کلیات عطا کرتا ہے جن کی بنیاد پر ہر زمانہ میں دُنیا کا بہترین معاشرہ

قائم کیا جاسکتا ہے، اور ہر جگہ حیاتِ انسانی کی نئی تنظیم ہو سکتی ہے وہ چونکہ الٰہی ہے اس لئے تمام انسانی غلطیوں، قانون سازی کے نقائص اور قیاسات سے پاک ہے، وہ چونکہ آخری ہے اسلئے ہر قسم کی تکمیل و اضافہ سے مستغنی ہے، وہ چونکہ عالم گیر ہے اسلئے قومی و مقامی خصوصیات سے منزہ ہے، وہ چونکہ دائمی ہے اسلئے ہر قسم کے تغیر و نسخ سے آزاد ہے، وہ چونکہ کامل ہے اسلئے اس کیلئے کسی ضمیمہ کے الحاق کی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	دین کامل کردیا، اور اپنی نعمتیں
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	تم پر پوری کردیں، اور تمہارے لئے
دِيْنًا	اسلام کو دین پسند کیا۔

(مائدہ۔ ع۔ ۱)

اس کے نفاذ کی حالت میں وہ مسائل و مباحث پیش ہی نہیں آتے، جنھوں نے ہزاروں برس سے نوع انسانی کے مفکرین، اور علم الاجتماع کے ماہرین کے دماغوں کو مشغول رکھا ہے، اور جن کا آخری حل کبھی بھی پیش نہیں ہوا، اور کتنے معاشی و سیاسی مسائل ہیں، جو اس ماحول میں پیدا نہیں ہوتے، ہزاروں برس کی غلطیوں اور تجربے کے بعد دُنیا کے مفکر جس نتیجہ پر پہونچے ہیں، قرآن نے تیرہ سو برس پہلے ایک اُمّی کی زبان سے پہلے ہی بیان کردیا، یہ ہدایت نامہ اور

یہ دستور جس کا نام اسلام ہے خدا کی کاریگری اور حکمت کا اعلیٰ نمونہ ہے: ——————

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ (النمل۔ ع۔ ۶)	یہ خدا کی کاریگری ہے، جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

اور چونکہ اس اسلام کے اصول وکلیات قرآن سے ماخوذ ہیں، اور قرآن ہی نے ان کو دنیا کے سامنے پیش کیا، اس لئے وہ اسی کا پیش کیا ہوا ایک معجزہ ہے: ——————

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ (الجمعہ۔ ع۔ ۱)	وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انھیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

قرآن کے اس معجزہ کی تشریح، اور اس کے وجوہ اعجاز کو نمایاں کرنا درحقیقت اسلام کی پوری تشریح ہے جس کے لئے کتب خانے بھی کافی نہیں، ان میں بعض چیزیں اپنے اپنے محل پر بھی آئیں گی، عقائد کے باب میں اس کے عقائد کی معجزانہ ساخت اور انکی معجزانہ تکمیل، اخلاق ومعاشرت کے ضمن میں قرآن کی معجزانہ جامعیت و

حکمت پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ان نکات و اسرار کا استقصار اور اس کے محاسن کا احاطہ کسی انسان سے کسی زمانہ میں بھی ممکن نہیں:-

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

(لقمان۔ ع۔ ۳)

اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں، اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو خدا کی باتیں (یعنی اسکی صفتیں) ختم نہ ہوں، بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

(الکہف۔ ع۔ ۱۲)

کہدو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو، تو قبل اسکے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے گا، اگرچہ ہم ویسا ہی اور (سمندر) اسکی مدد کو لائیں۔

قرآن کا دوسرا معجزہ اُسکے علوم و معارف ہیں

قرآن کا دوسرا معجزہ اس کے وہ بے پایاں علوم و معارف اور حقائق و اسرار ہیں، جو اس کتاب میں پھیلے ہوئے ہیں، اور جن میں سے ہر ایک، ایک مستقل معجزہ ہے، انسان کا علم جتنا ترقی کریگا

اور اس کی آنکھوں سے جتنے پردے اُٹھتے جائیں گے، قرآن کا جمال اس کو بے نقاب نظر آئے گا۔

درحقیقت انسانی فہم کا ظرف تنگ ہے، قرآن کی وسعتوں کا متحمل نہیں اس لئے جو کچھ حصہ میں آئے غنیمت ہے:——

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ	اسی نے آسمان سے مینہ برسایا،
اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا	پھر اس سے اپنے اپنے اندازہ
(الرعد۔ع۔۲)	کے مطابق نالے بہہ نکلے۔

ان معجزات میں اعجاز کے کئی پہلو ہیں، ایک پہلو قرآنی حقائق کی ابدیت اور قطعیت ہے، یہ ابدیت اور قطعیت حقیقت میں علم الٰہی اور کتب الٰہیہ کا خاصہ ہے، تغیر اور اشتباہ انسانی علم اور انسانی معلومات کے لوازم میں سے ہے، چونکہ قرآن مجید پُورے طور پر محفوظ ہے، اس لئے اس کے حقائق کی ابدیت اور قطعیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

قدیم مذہبی صحیفوں میں انسانی علم کی آمیزش

مذہب اور مذہبی کتابوں میں جب انسانی دست بُرد اور مداخلت شروع ہو جاتی ہے، تو اس میں بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو جاتی ہیں، جن کی صحت کی ضمانت خدا کی طرف سے نہیں ہوتی، اس وقت اس میں انسانی علوم اور نظریات داخل ہو جاتے ہیں، اور چونکہ انسانی

علم غیر معصوم، غیر قطعی اور محدود ہے اس لئے ان صحیفوں کی قطعیت، اوران کے حقائق کی ابدیت قائم نہیں رہتی۔

قرآن مجید اوّل سے یکسر آخر تک ابدی اور قطعی ہے، اس میں انسانوں کے تغیر پذیر نظریات اوران کی تحقیقات و تجارب شامل نہیں، دُنیا کے علوم و فنون جس قدر ترقی کریں طبعیات اور فلکیات میں انسانوں کے نظریات جو شکل بھی اختیار کریں، زمین مرکز کائنات ثابت ہو، یا آفتاب، زمین مسطح ثابت ہو یا کُروی الشکل، سیاروں پر آبادی اور عوالم کا تعدد ثابت ہو یا نہ ہو، قرآن کے حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ بطلیموسی نظام نہیں ہے جو کوپرنیکی نظام سے باطل ہو جائے

لیکن اس کے برعکس بائبل انسانی تحریف واجتہاد سے نہ بچ سکی، اس میں عوام کے مشہور اور مقبول عقائد و نظریات شامل ہو گئے، اس کی رو سے دُنیا کی عمر چھ ہزار سال ہے، زمین ایک چپٹی سطح ہے سورج، چاند اور ستارے متحرک ہیں، زمین مرکز کائنات ہے، اور باقی تمام اجسام فلکی اور غیر فلکی اسکے تابع ہیں، زمین کی دوسری طرف آبادی کا ہونا محال ہے، اس لئے کہ بقول سینٹ اگسٹائن "حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اس قسم کی بیان نہیں کی گئی" — زمین کے کروی الشکل ہونے کے خلاف سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس طرف کے باشندوں کو حشر کے دن خداوند خدا کا ہوا سے زمین پر اُترنا کس طرح نظر آئے گا؟

یہ "الہامی" تاریخ وسائنس ممکن ہے مؤلفین وشارحین کتب مقدسہ کے زمانے کے مشہورات یا مسلمات کے مطابق ہو لیکن اس کا حقیقت کے مطابق ہونا ضروری نہ تھا، یہ انسانی علم کی ایک خاص منزل ہوگی مگر انسان کا علم مسافر ہے مقیم نہیں، وہ جتنا آگے بڑھتا گیا اس منزل کو پیچھے چھوڑتا گیا، یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ مذہب وعقل کا ساتھ چلنا محال ہوگیا، یہ مذہب وسائنس کے تصادم اور یورپ میں مذہب کے زوال کا پہلا دن تھا، لیکن اسلام کی تاریخ میں واجبی طور پر یہ دن کبھی پیش نہیں آسکتا، انسانوں کے علوم آپس میں ٹکرائیں گے اور ٹکرا سکتے ہیں، ان میں سے ایک غلط ہوگا اور ایک صحیح، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں غلط ہوں، لیکن خدا کی محفوظ کتاب کے حقائق اور بیانات اور صحیح علم میں کوئی تصادم ممکن نہیں، جو علم اس سے ٹکرائے گا وہ صحیح علم نہیں ہوسکتا۔

علم وتحقیق جدید کی تصدیق

قرآن مجید میں جدید علمی (سائنٹیفک) حقائق کو تلاش کرنے اور ایک طرف اسکے بعض اشارات اور اجمالی بیانات، اور دوسری طرف جدید تحقیقات واکتشافات میں تطبیق (جس کی سب سے بڑے پیمانے پر کوشش اس صدی میں علامہ طنطاوی جوہری مصری نے اپنی مشہور تفسیر "جواہر القرآن" میں کی ہے) بڑا نازک اور کسی حد تک

پُرخطر کام ہے، اس لئے کہ اس کا قوی امکان ہے (اور علم وتحقیق کی تاریخ میں اس کا کئی بار تجربہ ہوچکا ہے) کہ علم وتحقیق کے یہ نتائج جو اس وقت بالکل بدیہی، اور ثابت شدہ حقائق سمجھے جارہے ہیں، بالکل بدل جائیں یا ان کا ثبوت وقطعیت مجروح ومشکوک ہوجائے، نیز اس علمی کاوش میں (جس کی نیک نیتی اور کسی قدر افادیت میں شک نہیں کیا جاسکتا) قرآن مجید کے اصل موضوع ومقصد سے دوری، اور جدید علم وتحقیق سے مرعوبیت کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے، فلسفہ قدیم اور مشہور متعارف تاریخی روایات کے سلسلہ میں بعض قدیم مفسرین سے بھی یہ لغزش ہوئی ہے، لیکن چونکہ اس کا حصّہ قرآن مجید کی تفاسیر کے عظیم، وموقر ذخیرہ میں بہت قلیل رہا ہے، اور وہ مسلمانوں کے علمی حلقہ میں زیادہ شہرت اور وقعت حاصل نہیں کرسکا ہے، اس لئے قرآن مجید کو کسی دور میں بھی اس ابتلا کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے، جو عہد قدیم کے صحیفوں (بائبل) کو ان رائج الوقت طبعیاتی، فلکی اور جغرافیائی تشریحات و اضافات کی شمولیت سے پیش آیا، اور جن کا نام ہی قرون وسطیٰ کی مسیحی دُنیا میں "مسیحی جغرافیہ مقدس" (CHRISTIAN TOPOGRAPHY) پڑگیا تھا۔

لیکن ایک سلیم الطبع اور منصف مزاج طالب علم (جو یک وقت جمود اور علم جدید کی مرعوبیت سے پاک ہے) مطالعہ قرآنی کے وقت یہ حقیقت معلوم کرکے ششدر وحیران رہ جاتا ہے، کہ اگرچہ یہ کتاب

ایک اُمّی پر آج سے چودہ سو برس پہلے عرب کے محدود اور علمی دُنیا سے منقطع ماحول میں نازل ہوئی تھی، اور اس میں بڑی تعداد میں ان حقائق واشیاء کا ذکر آیا ہے جن کا تعلق تاریخ، جغرافیہ، طبعیات، فلکیات، اجرام سماوی، علم الحیاۃ، طب، انسان کی تخلقت اور اس کے جسم کی تکوین وترکیب، اور ایسے بہت سے علوم سے بہت گہرا ہے، جن کے بارے میں ان پچھلی صدیوں میں حقائق ومعلومات کا ایک نیا عالم منکشف ہوگیا ہے، اور علم انسانی کے زمین وآسمان بدل گئے ہیں، اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی ہے جس کو علم جدید نے خلاف واقعہ ثابت کر دیا ہو، بلکہ اس سلسلہ میں بہت سے ایسے حقائق ومضمرات آگئے ہیں جن کی علم جدید نے ابھی حال میں نقاب کشائی کی ہے، اور اس کو ان تک ابھی حال میں رسائی حاصل ہوئی ہے اس اجمال کی تفصیل ایک کتاب نہیں بلکہ کتابوں کے ایک سلسلہ کی طالب ہے، ہم یہاں پر ایک فرانسیسی فاضل ومحقق کی صرف ایک شہادت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، حال میں مشہور فرنچ فاضل مورس بوکائی (MAURICE BUCAILLE) کی کتاب "بائبل، قرآن اور سائنس" THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE اور اس کا عربی ترجمہ "دراسۃ الکتب المقدسۃ فی ضوء المعارف الحدیثۃ" کے نام سے شائع ہوا ہے، محقق موصوف اس کتاب میں لکھتا ہے:——

" ان علمی پہلوؤں نے جو قرآن کے ساتھ مخصوص ہیں، ابتداء

ہی میں مجھے ششدر و حیران بنا دیا، میرے ذہن میں کبھی بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایک ایسی کتاب میں، جس پر تیرہ سو برس سے زیادہ مدّت گذر چکی ہے، اتنی بڑی تعداد میں مختلف موضوعات سے تعلق رکھنے والے دعوے، اور اعلانات ہوں گے، جن میں شدید تنوع پایا جاتا ہے، اور وہ جدید علمی تحقیقات سے پورے طور پر مطابق پائے جائیں گے۔[۱]

مصنف موصوف نے اس سلسلہ میں آسمانوں، زمین کی پیدائش، کائنات کے وجود، اجرام فلکی، ماہیت آسمانی، فلکی دنیا کے ارتقاء، فضائے آسمانی، پانی اور سمندروں کے حیات انسانی میں بنیادی کردار ادا کرنے، سطح زمین اور پہاڑوں، نباتات اور حیوانات کی دنیا، زندگی کے مبدا و آغاز، انسانی توالد و تناسل، تربیت جنین، نیز اہم تاریخی واقعات (طوفان نوحؑ، مصر میں بنی اسرائیل کا زمانہ قیام، مصر سے حضرت موسیٰؑ کے خروج، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے فرعون، اس کی کیفیت موت وغیرہ) پر علیحدہ علیحدہ بحث[۲] اور طبعیات فلکیات علم الحیات، طب اور تاریخ کی جدید تحقیقات کی روشنی میں قرآن مجید اور بائبل کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ:—

"تورات و انجیل کی ان تصریحات کے مقابلہ میں قرآن مجید کی

---

[۱] دراسة الکتب المقدسة فی ضوء المعارف الحدیثة (دار المعارف القاہرہ) ص ۱۴۴

[۲] ان مفصل و مستقل مباحث کے لئے ملاحظہ ہو کتاب کے صفحات از ۱۵۷ تا ۲۷۱۔

تصریحات علم وتحقیق کے جدید ترین نتائج سے مطابقت میں بالکل منفرد اور ممتاز ہیں"۔ [1]

وہ اپنی فاضلانہ کتاب کو ان سطروں پر ختم کرتا ہے: —

"انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ کثیر التعداد بیانات و دعاوی جو خالص علمی انداز کے ہیں، کسی انسان کی تصنیف ہوسکتے ہیں، علوم معارف کی اس سطح کو سامنے رکھتے ہوئے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں پائی جاتی تھی، اسلئے یہ نتیجہ نکالنا ہر طرح قرین انصاف وعقل ہوگا کہ یہ قرآن وحی خداوندی پر مبنی ہے اور اس کو اس لحاظ سے خصوصی مقام دیا جانا چاہیئے کہ اسکی صحت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے اور اس حیثیت سے بھی کہ وہ ایسے علمی نتائج اور مضامین پر مشتمل ہے جن کا عصر حاضر میں پورے طور پر مطالعہ اور ان کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے پھر بھی ان کی صحت ثابت ہوئی"۔ [2]

اسی طرح قرآن مجید پر انسانوں کے وقتی، معاشی، اجتماعی اور سیاسی رجحانات کا کوئی اثر نہیں، اس کا ہدایت نامہ ان مسائل میں بھی ابدی اور دائمی ہے۔

---

[1] دراسۃ الکتب المقدسۃ فی ضوء المعارف الحدیثۃ۔ دار المعارف القاہرۃ ص ۲۸۶، [2] ایضاً

قرآن کا تیسرا معجزہ غیبی واقعات ہیں

قرآن مجید میں انبیاء سابقین اور گزشتہ قوموں کے متعلق جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، وہ قرآن کا ایک مستقل معجزہ ہے، اعجاز کا پہلو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان اطلاعات کا سرچشمہ اور ان روایات کا ماخذ علم الٰہی کے فیض اور غیب کی اطلاع (وحی) کے سوا کچھ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، یہ واقعات وقصص زیادہ تر بلکہ تمامتر مکّی سُورتوں میں بیان کئے گئے ہیں اور وہاں باتفاق مؤرخین کوئی یہودی اور عیسائی نہ تھا، ورقہ بن نوفل جو انجیل کا علم رکھتے تھے، صحیح روایات کے مطابق نبوت کے پہلے ہی سال پہلی وحی کے بعد انتقال کر گئے تھے.

ہجرت سے پہلے دو عیسائیوں کا آپ سے ملنا بیان کیا جاتا ہے ایک بحیرہ راہب، دوسرا عداس، اوّل الذکر سے شام کے شہر بُصریٰ میں، اور آخر الذکر سے حجاز کے شہر طائف میں ملنا مذکور ہے، لیکن پہلی ملاقات چند گھنٹوں، اور دوسری ملاقات چند منٹوں سے زیادہ نہیں، پہلی ملاقات کے وقت آپ کی عمر تیرہ ۱۳ سال کی تھی، اتنی چھوٹی عمر میں اور اتنی مختصر ملاقات میں (زبان کی بیگانگی کے ساتھ) کوئی ذی ہوش انسان یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آپ نے وہ تمام علوم حاصل کر لئے جو نبوّت کے تیئس ۲۳ سال میں نہایت شرح وبسط

کے ساتھ اس صحت و اتقان کے ساتھ جس سے خود یہودی اور مسیحی صحیفے قاصر ہیں، بیان فرمائے، عداس کوئی عالم نہ تھا، وہ خود آپ کا معتقد ہوا، اس لئے اتنی کمزور، روایتی اور درایتی بنیاد پر کسی طرح اس قیاس کی عمارت نہیں اٹھتی کہ آپ کے علوم غیبیہ جن کا ایک ایک حرف اور نقطہ تمام تحقیقات اور انکشافات کے بعد بھی صحیح ثابت ہوا، ان لوگوں کے علوم سے ماخوذ ہیں جن کی شخصیت ہر طرح سے مشتبہ ہے، اور جن کا اضافہ ان کی اصل سے زیادہ ہے، جس چراغ میں خود نور نہ ہو اس سے دوسری مشعل کس طرح جل سکتی ہے؟ ان غریب عیسائیوں کے پاس جن سے آپؐ کے تلمذ اور استفادہ کی نسبت کی جاتی ہے خود کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو علم صحیح کہا جاسکے۔

پس اس سے ثابت ہوگیا کہ ان واقعات کا کم سے کم آپ کیلئے کوئی ذریعہ اطلاع نہ تھا، تو یہ تمامتر واقعات محض وحی الٰہی کا کرشمہ ہیں، اور اعجاز کا یہی پہلو ہے، جس کی طرف قرآن نے بار بار توجہ دلائی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعات، اور حضرت مریم علیہا السلام کے واقعات کی بعض جزئیات بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: ———

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ	(اے محمدؐ) یہ باتیں اخبار غیب میں
إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ	سے ہیں، جو ہم تمہارے پاس بھیجتے

اِذْ یُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ	ہیں، اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور
اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ	قرعہ) ڈال رہے تھے، کہ مریم کا تکفل
وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ	کون بنے؟ تو تم ان کے پاس نہیں تھے
اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ○	اور نہ اس وقت ان کے پاس تھے جب
(آل عمران۔ ع۔ ۵)	وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا واقعہ بیان کر کے فرماتا ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ	یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے
اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ	ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں (اور
أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ	اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے
هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ	اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف
لِلْمُتَّقِیْنَ ○ ع	تھی) تو صبر کرو کہ انجام پرہیزگاروں
(ھود۔ ع۔ ۴)	ہی کا (بھلا) ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے فرماتا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ	(اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے
الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ	ذریعہ سے، جو ہم نے تمہاری طرف
هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ	بھیجا ہے، تمہیں ایک نہایت اچھا
مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ○	قصہ سناتے ہیں، اور تم اس سے پہلے
(یوسف۔ ع۔ ۱)	بے خبر تھے۔

پھر ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے :—————

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ	(اے پیغمبر) یہ اخبار غیب میں سے ہیں جو
اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ	ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں، اور جب برادران
اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ	یوسفؑ نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا
یَمْكُرُوْنَ ○	اور وہ فریب کر رہے تھے، تو تم ان کے
(یوسف۔ع۔۱۱)	پاس تو نہ تھے۔

انہی سُورہ میں فرماتا ہے کہ یہ واقعات موضوع نہیں ہیں، بلکہ ان سے کُتبِ سابقہ کی تصدیق اور تفسیر ہوتی ہے :—————

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ	ان کے قصّے میں عقلمندوں کے لئے
عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○	عبرت ہے یہ (قرآن) ایسی بات نہیں
مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی	ہے جو (اپنے دل سے) بنالی گئی ہو بلکہ
وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ	جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی)
بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ	ہیں، ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے،
وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○ ع	اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور
(یوسف۔ع۔۱۲)	مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

ایک جگہ کُفّار کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہ یہ واقعات آپ کی پُرانی یا قلمی یادداشت سے ماخوذ ہیں، ان کا صحیح ماخذ بیان کیا ہے :—————

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ	اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں

اُكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝	ہیں جن کو اس نے لکھ رکھا ہے، اور وہ صبح شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔
قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (فرقان۔ ع۔ ۱)	کہدو کہ اُس نے اس کو اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسری جگہ اسی سورہ میں کفّار کے اس بیان کی پُر زور تردید کی ہے کہ آپؐ ان قرآنی واقعات کو کچھ لوگوں کی امداد سے اور سازش سے بیان کرتے تھے؛ ——————

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ج (فرقان۔ ع۔ ۱)	اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنائی ہیں اور لوگوں نے اس میں اسکی مدد کی ہے، یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم وجھوٹ پر (اُتر) آئے ہیں۔

سُورہ قصص میں ان واقعات کے ظہور کے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی اور اُن سے آپؐ کی لاعلمی بتائی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ ان اطلاعات کا سرچشمہ محض وحیِ الٰہی ہے؛ ——————

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ	اور جب ہم نے موسیٰؑ کی طرف حکم بھیجا
إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ	تو تم (طور کی) غرب کی طرف نہیں تھے
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝	اور نہ اس (واقعہ کے) دیکھنے والوں میں
وَلٰكِنَّآ أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا	تھے، لیکن ہم نے (موسیٰؑ کے بعد) کئی
فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ	اُمتوں کو پیدا کیا، پھر ان پر طویل مدت
وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ أَهْلِ	گذر گئی، اور نہ تم مدین والوں میں رہنے
مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا	والے تھے، کہ ان کو ہماری آیتیں
وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝	پڑھ پڑھ کر سناتے تھے، ہاں! ہم
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ	ہی تو پیغمبر بھیجنے والے تھے اور نہ تم
إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً	اس وقت جبکہ ہم نے (موسیٰؑ کو) آواز
مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا	دی، طور کے کنارے تھے، بلکہ (تمہارا
مَّآ أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ	بھیجا جانا) تمہارے پروردگار کی رحمت
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ	ہے، تاکہ تم ان لوگوں کو جن کے پاس
يَتَذَكَّرُوْنَ ۝	تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا
(قصص۔ع۔۵)	نہیں آیا، ہدایت کرو تاکہ وہ نصیحت پکڑیں،

سُورۂ عنکبوت میں آپ کی ان چیزوں سے بیگانگی اور آپؐ کی اُمیّت کا ذکر کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ اس ماحول سے قطعاً ناآشنا، اور علم کے سامان و لوازم سے بھی بیگانہ تھے، اب متشککین کے لئے اس علم کے ماخذ کے متعلق شبہ کی کیا گنجائش ہے؟:—

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝	اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے، اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے۔
(عنکبوت۔ ع۔ ۵)	

قرآن مجید اور قدیم آسمانی صحیفوں کا فرق

عصرِ نبوت میں یا اس کے بعد جن لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن مجید کے علوم و واقعات تورات و انجیل سے ماخوذ ہیں، وہ تورات و انجیل سے سرے سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں، قرآن مجید اور تورات و انجیل آج بھی دُنیا میں موجود ہیں، اور یہودیوں و عیسائیوں کے عام عقیدہ کے مطابق ان کے صحیفے محفوظ بھی ہیں۔ آج بھی نہایت آسانی کے ساتھ قرآن اور ان صحیفوں کا تقابل کیا جاسکتا ہے، اور اس دعوے کی علمی تنقید کی جاسکتی ہے، انبیاء علیہم السّلام کے جو واقعات قرآن اور عہدِ عتیق کے صحیفوں میں مشترک ہیں، ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں، بلاشبہ واقعات کے بعض اجزاء ان صحیفوں میں اس طرح مشترک و متحد ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا اصلی سرچشمہ ایک ہی ہے، اور وہ وحی ہے، لیکن واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک چیز محفوظ رہی، اور دوسری چیز انسانی دستبرد اور

مداخلت سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ان صحیفوں کے اسلوب بیان، مضامین کی اہمیت کے درجات، اور مرکز میں بیّن فرق ہے، دونوں کا انداز بالکل جُدا ہے، ایک میں وحی کی تاثیر، کتابِ الٰہی کی ابدیت کی شان، اور وحی کے انوار نظر آتے ہیں، اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کا موضوع تاریخی نہیں ہے، بلکہ ہدایت اور عبرت و موعظت ہے، اس میں سنین نہیں ہیں، اس میں اعداد نہیں، اشخاص کی تعداد، اور ہر قسم کی وہ تفصیلات جن کا تعلق تاریخ وانساب سے ہے، اس میں نہایت مناسبت اور حسن کے ساتھ محذوف ہیں، واقعات کے سلسلہ کی وہی کڑیاں منتخب کی گئی ہیں، جو ہر زمانے میں انسانوں کے لئے ہدایت اور عبرت کا سبق بن سکیں۔

سورۂ یوسف کے آخر میں خدا فرماتا ہے:—

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ	اُن کے قصّے میں عقلمندوں کے لئے
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا	عبرت ہے، یہ قرآن ایسی بات نہیں
يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي	ہے جو اپنے دل سے) بنالی گئی ہو، بلکہ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ	جو کتابیں اس سے پہلے (نازل ہوئیں)
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً	ہیں ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ع	اور ہر چیز کی تفصیل (بیان کرنے والا) اور
	مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

(یوسف ـ ع ـ ۱۲)

انبیاء، اور امم سابقہ کے واقعات میں دعوت و تبلیغ کی یہی رُوح،

اور کلام الٰہی کی یہی نشان ملے گی۔ کلام الٰہی کی یہی خصوصیت، اور اسکے اعجاز کی ایک دلیل ہے، پیغمبر خود اس خصوصیت کا حامل ہوتا ہے، وہ تمام غیر متعلق مباحث، اور دُور از کار تاریخی تفصیلات سے دامن بچاتا ہے، اور انھیں چیزوں کا ذکر کرتا ہے جو انسانوں کی نجات اور ہدایت کے لئے مفید ہیں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک تاریخی بحث میں اُلجھانا چاہا، لیکن انھوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ، اس بحث کا دروازہ بند کر دیا، اور اپنی دعوت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، فرعون نے کہا تھا:

فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ○ پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے

(سورہ طٰہٰ۔ ع۔ ۲)

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا:

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ○ ان کا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔

(سورۂ طٰہٰ۔ ع۔ ۲)

اس کے مقابل توراۃ میں سلاطین، تواریخ اور کتاب پیدائش کا مطالعہ کیجئے، ان پر تاریخیت کا رنگ غالب ہے، کثرت سے سنین ہیں، اشخاص اور قبائل کی گنتیاں ہیں اور عمارتوں کی مفصل تشریح، اس میں بھی کہیں کہیں وحی کی کوئی کرن نظر آتی ہے، اور انسان کا دل گواہی دیتا ہے، کہ یہ خدا کے کلام کا ترجمہ

ہو سکتا ہے۔

حضرت یوسفؑ کا قصہ بائبل اور قرآن میں

ہم تورات و قرآن کا فرق سمجھانے کے لئے مثال کے طور پر حضرت یوسفؑ کا قصہ انتخاب کرتے ہیں، جو قرآن اور تورات میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

تورات میں واقعہ کے بہت سے اجزاء قرآن سے زائد ہیں، لیکن عموماً یہ وہ اجزاء ہیں جن میں ناموں کی تعیین ہے، اور تاریخی تفصیلات ہیں۔ (ب۳) میں یہوداہ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر تہذیب کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں، وہ حضرت یعقوبؑ کے گھرانہ کے کسی طرح شایانِ شان نہیں، بعض ایسی چیزیں مذکور ہیں جو حضرت یوسفؑ کی شانِ نبوت کے منافی ہیں، (ب۴۲)

قرآن مجید میں ان واقعات کے بعض ایسے اہم اجزاء مذکور ہیں جو تورات میں بالکل محذوف ہیں۔

(۱) تعبیرِ خواب کے سلسلہ میں حضرت یُوسف علیہ السّلام کا دل پذیر اور دل نشین توحید کا وعظ جو حکیمانہ تبلیغ و دعوت اور پیغمبرانہ حکمت و موعظت کا بہترین نمونہ ہے، اور جس میں حضرت یُوسف علیہ السلام کا جمال پوری طرح عیاں ہے، تورات میں مطلقاً مذکور نہیں۔

(سُورۂ یُوسف از آیت ۳۶ تا ۴۱)

قرآن کہتا ہے کہ شاہ مصر نے جب خواب دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی بتلائی ہوئی تعبیر سُنی، تو اس کو آپؑ سے ملنے کا اشتیاق ہوا، اور اس نے آپؑ کو لانے کے لئے قاصد بھیجا، آپؑ نے اس موقع پر جیل خانے سے نکلنے میں عجلت نہیں کی، بلکہ یہ ضروری سمجھا کہ آپؑ کے رہا ہونے سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کر لی جائے جس کے غلط الزام میں آپؑ کو جیل خانہ میں رہنا پڑا تھا، تاکہ جس طرح اس الزام کی شہرت ہوئی ہے، اس بے گناہی اور پاک دامنی کی بھی شہرت ہو جائے اور آپؑ کی رہائی محض بادشاہ کا کرم نہ سمجھا جائے، بلکہ آپؑ کی برائت اور صفائی کا نتیجہ، یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی شانِ نبوت، آپ کی خاندانی غیرت و خودداری، اور آپؑ کے فہم و فراست کے عین مناسب ہے لیکن یہ پُورا واقعہ تورات میں مذکور نہیں ہے۔

تورات میں یہ عبارت ہے:

"یہ تادیل فرعون کی نگاہ میں، اور اس کے سب نوکروں کی نگاہ میں اچھی معلوم ہوئی، فرعون نے اپنے نوکروں کو کہا، کیا ہم ایسا جیسا یہ مرد ہے، کہ جس میں خدا کی رُوح ہے، پا سکتے ہیں؟ اور فرعون نے یُوسفؑ سے کہا، از بس کہ خدا نے اس سب میں تجھے بینائی دی ہے سو تجھ جیسا عاقل اور دانش مند نہیں ہے، تو میرے گھر کا مختار ہو اپنا حکم میری سب رعیت پر جاری کر، فقط تخت نشینی میں میں تجھ سے بُزرگ تر رہوں گا۔"

(کتاب پیدائش آیۃ ۳۰ تا ۴۰)

(۲) قرآن کہتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ○ (یوسف آیۃ ۵۰)	اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔

اور جب خود مدعیہ نے، جس کے الزام پر آپ جیل خانہ گئے تھے، اپنی زبان سے آپ کی برأت کا اعلان کیا، تو آپ نے اس تاخیر اور اس تحقیق کے مطالبہ کا سبب بتلایا:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ○ (یوسف آیۃ ۵۲)	(یوسفؑ نے کہا کہ میں نے) یہ بات اسلئے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اسکی پیٹھ پیچھے اسکی (امانت میں) خیانت نہیں کی، اور خدا خیانت کرنے والوں کے مکروں کو روبراہ نہیں کرتا۔

پھر خودی کے شبہ کو دور کرنے کے لئے آپ نے پیغمبرانہ انابت کے ساتھ فرمایا:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (یوسف آیۃ ۵۳)	اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے